میری طالب علمی

محمد منظور نعمانی

الفرقان بکڈپو، ۳۱ نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ

میری طالب علمی

از

مولانا محمد منظور نعمانی

★

تعداد .... ایک ہزار

سنہ اشاعت .... جنوری ۸۰ء

کتابت .... ایس ظہیر حیدر لکھنوی

طباعت .... نظامی پریس لکھنؤ

باہتمام .... محمد حسان نعمانی

قیمت : ...... [illegible]/-

Rs 1-00

:- ناشر -:

الفرقان بکڈپو نظیر آباد (۳۱ نیا گاؤں مغربی)

لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ صَلَوٰتُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ وَعَلٰی كُلِّ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ ٥

میرے عزیز بھائیو! میں اس وقت آپ کو اپنی طالب علمی کے زمانے کے کچھ واقعات اور تجربات سنانا چاہتا ہوں، مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ وہ آپ کے لئے کارآمد اور نفعمند ہوں گے، میری طالب علمی کی سرگذشت بعض پہلوؤں سے بڑی سبق آموز ہے،

آپ میں سے کچھ بھائیوں کو معلوم بھی ہوگا کہ میرا اصل وطن ہمارے صوبہ یوپی کے ضلع مرادآباد کا مشہور اور قدیم قصبہ سنبھل ہے، میرے والد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالے نے دنیوی دولت و ثروت اور وجاہت بھی دی تھی، اسی کے ساتھ وہ اپنے خاص رنگ میں گہرے دیندار بلکہ ذاکر شاغل تھے، اور ایک زمانہ میں انھوں نے بہت سخت سخت ریاضتیں بھی کی تھیں، اس لئے وہ "صوفی جی" کے نام ہی سے معروف تھے، بہت سے لوگ ان کا اصل نام جانتے بھی نہیں تھے —
وہ عالم نہیں تھے، علماء حق سے ان کا تعلق بھی نہیں رہا تھا،

بلکہ کچھ ایسے غلط صوفیوں کی صحبت سے متاثر ہوئے تھے، جو غالباً تھے
مخلص اور نیک نیت لیکن انکے بعض عقیدے بڑے گمراہانہ تھے، و
الد صاحب کا بھی اس دور میں یہی حال تھا مگر جیسا کہ میں نے عرض ک
وہ اپنی عملی زندگی میں بڑے پکے دیندار، شریعت کے نہایت پا
ذاکر، شاغل اور شب بیدار تھے، دنیا کا کام بھی خوب کرتے تھے
اس میں بھی بہت کامیاب تھے، لیکن دین اور آخرت کی فکر دنیا پر
پر غالب تھی اسی لئے وہ اپنی اولاد کو صرف دینی تعلیم دلانا چاہتے
اور پوری وسعت اور استطاعت کے باوجود اپنے کسی بچہ کو خالص
تعلیم یعنی انگریزی تعلیم دلانے کے بالکل روادار نہیں تھے، اسی وا
انھوں نے مجھے بھی ناظرہ قرآن شریف اور تھوڑی سی اردو تعلیم کے
فارسی اور پھر عربی پر لگا دیا، لیکن میں کچھ تو اس وجہ سے کہ میری عمر بہت
تھی اور ابھی میں صرف و نحو سمجھنے اور پڑھنے کے لائق نہیں ہوا تھا
(اور خاص کر میزان منشعب اور پنج گنج اور نحو میر جیسی کتابوں
ذریعہ تو صرف و نحو سمجھنے اور پڑھنے کے قابل بالکل ہی نہیں تھا) ا
زیادہ تر اس وجہ سے کہ میرے اندر اس تعلیم کا کوئی شوق اور داعیہ نہ
تھا، میں نہایت بے دلی سے پڑھتا رہا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بس پٹا
کے ڈر سے جو کچھ پڑھایا جاتا تھا، وقتی طور پر یاد کر کے سنا دیا کرتا تھا

نہیں تھا مجھے یاد ہے کہ کئی سال تک میرا یہی حال رہا اس کا نتیجہ یہ ہوا
سال میری میزان نئے سرے سے شروع ہوتی تھی، ہمارے سنبھل میں
وقت تین عربی مدرسے تھے، ہوتا یہ تھا کہ ایک سال تک میں ایک
رسے میں پڑھتا رہتا، سال ختم ہونے تک میزان منشعب ختم ہو کر کبھی
پنج گنج اور نحو میر بھی شروع ہو جاتی، لیکن والد یا جد اور گھر والے
وس کرتے کہ میری پڑھائی ٹھیک نہیں ہو رہی ہے تو دوسرے
ال مجھے دوسرے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا ــــ وہاں کے استاد
میرا یہ حال دیکھتے کہ مجھے کچھ بھی نہیں آیا ہے تو وہ پھر سے نئی میزان
ع کرا دیتے اور پھر میں سال بھر میں میزان منشعب ختم کر کے پنج گنج
نحو میر تک یا کچھ اور آگے تک پہنچ جاتا لیکن مجھے آتا کچھ نہیں تھا،
لئے اگلے سال پھر میں تیسرے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا وہاں کے
تاد بھی میری خیر خواہی میں یہی طے کرتے کہ مجھے پھر میزان سے پڑھایا
ئے اور پھر میری میزان شروع ہو جاتی، مجھے یاد ہے کہ یہ چکر برسوں
اسی طرح چلتا رہا اور ہر سال میری تعلیم بدراں "اسعدک اللہ
الدارین" سے شروع ہوتی رہی،

اسی زمانہ میں جبکہ میرے غالباً دو تین سال اسی طرح برباد ہو چکے
ے اور میری عمر تقریباً ۱۲ سال کی ہو چکی تھی، ایک واقعہ یہ پیش آیا

کہ ہمارے ضلع مراد آباد کے اس وقت کے انگریز کلکٹر نے جو کسی خوش گ
کی بنا پر میرے والد ماجدؒ کا بہت قدر شناس تھا ایک ملاقات میں
صاحب سے ان کی اولاد کے بارے میں پوچھا' والد ماجد نے بتا
خدا کے دیئے ہوئے میرے ۵ لڑکے ہیں اس نے تعلیم کے بارے
دریافت کیا تو اسے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ ان میں سے کسی
نے بھی انگریزی تعلیم حاصل نہیں کی ہے اور نہ کوئی اب انگریز
پڑھ رہا ہے ۔۔۔۔ اسوقت میری عمر اور تعلیم کی منزل ایسی تھی کہ میرے
بارے میں اس طرح کا فیصلہ کیا جاسکتا تھا' کلکٹر نے اصرار سے
کل ہی اس بچہ کو مقامی ہائی اسکول میں بھیج دیا جائے اور ساتھ
کہا کہ میں ہیڈ ماسٹر سے کہدوں گا کہ وہ پانچ سال میں انٹرنس کرادے
والد صاحب سے کہا کہ پھر میں اس کو نائب تحصیلداری دے دوں
۔۔۔ اس زمانہ میں نائب تحصیلداری بڑی چیز تھی' پہلی ترقی کر کے
آدمی تحصیلدار ہو جاتا تھا اور اس کے بعد ڈپٹی کلکٹر ہو جاتا تھا
بس یہی ہندوستانیوں کی معراج تھی۔ اس سے آگے کلکٹر اور کمشنر
صرف انگریز ہوتے تھے ۔۔۔۔ تو کلکٹر نے والد صاحب کو بہت اص
کے ساتھ یہ مشورہ دیا۔ والد صاحب نے گھر آکر یہ قصہ سنایا اور سا
ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ انھوں نے اس کی بات ماننے کا فیصلہ نہیں ک

لیکن ان کے بعض ملنے والوں کی اور گھر کے بھی بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور مجھے اسکول میں ضرور داخل کر دیا جائے، چنانچہ بعض لوگوں نے والد صاحب کو اس کے لئے راضی کرنے کی کوشش کی ـــــــ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے، ان کا آخری جواب یہ تھا کہ "مجھے اللہ تعالےٰ سے پوری امید ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی اولاد سے مجھے کچھ لینے کی ضرورت نہ ہوگی، انشاء اللہ ہمیشہ ان کو کھلاتا اور دیتا رہوں گا، ہاں مرنے کے بعد قبر میں مجھے ضرورت ہوگی، اس لئے میں تو ان کو وہی تعلیم دلانے کی کوشش کروں گا جس سے مجھے قبر میں اور اس کے بعد کچھ ملتا رہے، الغرض انھوں نے کسی کی ایک نہ سنی۔

مجھے یاد ہے کہ اس وقت والد صاحب کے اس فیصلہ کا مجھے بڑا رنج اور صدمہ ہوا تھا جس کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ میں سوچتا تھا کہ اگر مجھے اسکول میں داخل کر دیا گیا تو تھوڑے دنوں کے بعد میں نائب تحصیلدار اور پھر تحصیلدار اور اس کے بعد ڈپٹی کلکٹر بن جاؤں گا، اور دوسری اس سے بھی بڑی وجہ یہ تھی کہ مجھے کرکٹ کھیلنے کا بیحد شوق تھا، حالانکہ تقریباً روزانہ پٹائی ہوتی تھی، لیکن کھیل نہیں چھوٹتا تھا، مجھے امید تھی کہ اسکول میں داخلہ کے بعد مجھے اس کی بھی آزادی مل جائے گی ـــــــ

لیکن والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے قطعی فیصلہ سنا دیا کہ وہ مجھے انگریزی پڑھنے کے لئے اسکول میں داخل نہیں کریں گے۔

اس واقعہ کے بعد بھی غالباً کئی سال تک میرا وہی چکر چلتا رہا کہ پڑھنے کے ارادہ کے بغیر پڑھتا رہا، مدرسہ جاتا آتا رہا اور ہر سال مدرسہ کی تبدیلی ہوتی رہی اور نئے سرے سے میری میزان شروع ہوتی رہی۔

پھر ۱۳۴۸ھ کی بات ہے جس کو اب باون سال گزر چکے ہیں، اس وقت میری عمر پندرہ سال کی ہو چکی تھی، والد صاحب کو معلوم ہوا کہ فلاں مدرسہ میں ایک نئے پنجابی استاد آئے ہیں، اور وہ بہت توجہ سے پڑھاتے ہیں۔ والد صاحب نے مجھے ان کے پاس بھیجنے کا فیصلہ فرما لیا، میں ایک حکیم صاحب کا تعارفی خط لے کر ان کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی تھے (جو اب مغربی پاکستان میں ہیں اور میرے خاص محسن استادوں میں ہیں) انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کب سے پڑھ رہا ہوں۔ میں نے بتایا کہ میں اتنے دنوں سے اس طرح پڑھ رہا ہوں۔ اب میں کچھ سمجھدار ہو چکا تھا، انھوں نے مجھ سے باتیں کیں، تو اندازہ کیا کہ میں غبی اور کند ذہن بھی نہیں ہوں، اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ میرا استنا وقت صرف اس لئے برباد ہوا اور ہو رہا ہے کہ میں نے خود پڑھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ صرف جبراً پڑھ رہا ہوں۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے

بتادیا کہ واقعہ بالکل یہی ہے، اللہ تعالے ان کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے
اور ان کے درجے بلند فرمائے، انھوں نے بڑی شفقت اور بے تکلفی سے
فرمایا کہ بھئی اب تم خود ہی اپنے بارے میں فیصلہ کرو! اگر اب بھی تمہارا ارادہ
پڑھنے کا نہ ہو تو ہمیں صاف بتادو، ہم خود تمہارے والد صاحب سے مل
کر انھیں سمجھائیں گے کہ وہ تمہارا وقت برباد نہ کریں، کسی اور لائن میں لگائیں
۔۔۔۔ اور اگر تمہارا ارادہ پڑھنے کا ہو تو پھر ہم تمہیں پڑھائیں گے اور انشاء اللہ
تم بہت جلدی پڑھ لوگے اس وقت اللہ نے میرے دل میں ڈالا اور میں
نے ان سے کہا کہ اچھا! انشاء اللہ اب میں پڑھوں گا، انھوں نے مجھے اس
طرح پڑھانا شروع کیا کہ میزان کے چند صفحات مقرر کر کے فرمایا کہ ان کو غور
سے دیکھ لو اور ان کا مضمون یاد کرلو، جو بات سمجھ میں نہ آئے مجھ سے پوچھ لو،
دوسرے اسباق سے فارغ ہو کر میں تمہاری جانچ کرلوں گا۔ اس طرح انھوں
نے ۸۔۔۔۱۰ دن میں میری میزان منشعب ختم کرادی اور میں نے اب سمجھا کہ
میزان منشعب میں کیا ہے، پھر اسی طرح مہینے دو مہینے میں پنج گنج اور نحو میر
ختم کرادی میں درمیان سال میں ان کے پاس گیا تھا اور شعبان تک انھوں
نے علم الصیغہ اور ہدایۃ النحو تک پہونچادیا اب میں جی لگا کر اور اپنے ارادہ
سے پڑھنے لگا، لیکن اس کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحب سنبھل تشریف
نہیں لائے اور مجھے پڑھنے کے لئے سنبھل سے باہر بھیج دیا گیا، اس کے بعد

چار سال میں میں نے تمام متوسطات پوری کرلیں، اس وقت ہمارے مدرسوں
میں منطق و فلسفہ کا بہت زور تھا اس لئے میں نے سب سے زیادہ کتابیں
منطق فلسفہ کی پڑھیں، اور اب اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں کہ
اللہ کے فضل و کرم سے میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز رہتا تھا۔

یہاں تک میں نے جن اساتذہ سے پڑھا تھا، وہ سب اسی دارالعلوم دیوبند
کے تعلیم یافتہ اور فیض یافتہ تھے، اس لئے میرا ذہن بالکل دیوبندی تھا
اور آگے کی تعلیم میں دارالعلوم ہی میں حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

میں نے اپنے والد صاحب کے بارے میں ابھی بتایا تھا کہ ان کے
عقائد کچھ دوسری طرح کے تھے، ان کو ہمارے اکابر دیوبند سے بہت بُعد
تھا، لیکن نہ معلوم کس طرح ان کے دل میں یہ بات اللہ نے بٹھادی تھی
کہ حدیث دیوبند والے ہی اچھی پڑھاتے ہیں، اس لئے جب میں نے ان
سے یہ عرض کیا کہ میں اب حدیث شریف پڑھنے کے لئے دارالعلوم دیوبند
جانا چاہتا ہوں تو انھوں نے مجھے اجازت دیدی ـــــ جب یہ بات
عام طور سے مشہور ہوئی کہ میں پڑھنے کے لئے دیوبند جاؤں گا تو والد صاحب
کے گیارھویں شریف، بارھویں شریف اور عرسوں کی محفلوں والے یارانِ
طریقت نے ان سے کہا کہ صوفی جی کیا غضب ہے! سنا ہے آپ کا لڑکا
دیوبند پڑھنے جائے گا؟ تو وہ صرف یہ فرما دیتے کہ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے

ہی راستہ پر رہے گا' الغرض انھوں نے اپنی رائے نہیں بدلی اور میں شوال ۱۳۴۳ھ میں دارالعلوم آکر داخل ہوگیا' میں یہاں صرف دو سال باقاعدہ طالب علم کی حیثیت سے رہا۔ پہلے سال مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ اخیرین وغیرہ چند کتابیں پڑھیں اور اگلے سال دورہ!

میں یہاں کے زمانۂ قیام کا اس وقت کا صرف ایک واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں جس کا تعلق میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے ـــــ یہ مکان جس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا اور اب حضرتؒ کے گھر کے لوگوں کا قیام ہے' ہمارے زمانۂ طالب علمی میں اس میں مطبع قاسمی اور کتب خانۂ قاسمی تھا' جن بیچارے طالب علموں کو مدرسہ میں حجرہ نہیں مل سکتا تھا' ان کو اس کے ایک خستہ سے کمرے میں رہنے کی اجازت دیدی جاتی تھی' میں انہی بیچارے کسمپرس طالب علموں میں سے ایک تھا دونوں سال میرا قیام اسی میں رہا' پہلے سال ربیع الاول کا مہینہ تھا اور خوب یاد ہے چودھویں تاریخ تھی' اور اتفاق سے جمعہ کا دن تھا' عشاء کی جماعت کا وقت قریب تھا' میں اسی مطبع قاسمی میں بیٹھا وضو کر رہا تھا کہ اچانک والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ مطبع قاسمی کا پتہ پوچھتے ہوئے تشریف لے آئے' پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی بلکہ وہم و گمان بھی نہ تھا' لیکن میرا ذہن منتقل ہوا کہ یہ ربیع الاول کا مہینہ ہے' ان ہی

تاریخوں میں پیرانِ کلیر کا عرس ہوتا ہے، یہ وہاں عرس میں تشریف لائے ہوں گے، ان کی پیرانِ کلیر میں عرس میں حاضری کبھی قضا نہیں ہوتی تھی، چنانچہ دریافت کرنے پر یہی بتایا کہ میں کلیر شریف عرس میں آیا ہوا تھا، خیال ہوا کہ دیوبند قریب ہی ہے اس لئے وہاں سے فارغ ہو کر آ گیا ہوں، میں نے عرض کیا کہ عشاء کی جماعت کا وقت ہو چکا ہے، وہ باوضو تھے ہم لوگوں کے ساتھ فوراً ہی مسجد تشریف لے آئے ___ اس زمانہ میں حوض وہاں تھا جہاں اس وقت مسجد کے فرش کا آخری حصہ ہے، اور چونکہ مسجد میں تنگی ہوتی تھی اس لئے حوض کو لکڑی کے تختوں سے پاٹ دیا گیا تھا، اس پر بھی کئی صفیں ہوتی تھیں، ہم لوگ ایسے وقت مسجد میں داخل ہوئے کہ نماز شروع ہو چکی تھی، ہمیں آخری صفوں میں حوض پر جگہ ملی، چودھویں رات کی چاندنی کھلی ہوئی تھی اور جمعہ کا دن ہونے کی وجہ سے عام طور سے تمام طلبہ صاف سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، جب رکوع یا سجدے کا وقت ہوتا تو ہم لوگوں کو جو حوض کے اوپر بلندی پر کھڑے تھے ایسا معلوم ہوتا جیسے آسمان سے اترے ہوئے فرشتوں کی صفیں ہیں، مجھے خوب یاد ہے بڑا ہی نورانی منظر تھا، میں والد صاحب کے بالکل برابر میں کھڑا تھا، میں نے محسوس کیا کہ والد صاحب پر اس منظر کا کچھ خاص اثر پڑ رہا ہے، نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ اپنی قیام گاہ یعنی مطبع قاسمی میں آ گئے، والد صاحب کی باتوں سے میرے اس احساس کی تصدیق

ہو گئی کہ وہ دار العلوم کی نماز کے اس منظر سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

صبح کو فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کا اسی مسجد میں قرآن مجید کا درس ہوتا تھا' وہ اگرچہ دار العلوم کے بڑے اساتذہ میں سے نہیں تھے، عمر بھی کم تھی' لیکن اپنی صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے ممتاز سمجھے جاتے تھے اور طلبہ میں مقبول اور محبوب تھے' اس زمانہ میں ترجمۂ قرآن دار العلوم کے نصاب میں داخل نہیں تھا' مولانا کا یہ درس گویا پرائیوٹ اور ان کے ذاتی ذوق شوق کا نتیجہ تھا' بڑی وسیع نظر تھی اور خوب بولتے تھے' واقعہ یہ ہے کہ درسِ قرآن کا حق ادا فرماتے تھے۔ طلبہ کی بہت بڑی تعداد پابندی سے شرکت کرتی تھی بڑا علمی نفع ہوتا تھا' میں نے موقع نکال کر مولانا کے کان میں اس دن عرض کر دیا کہ میرے والد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں' وہ عرس اور قوالی کے دلدادگان میں سے ہیں' انکے عقائد خیالات اس طرح کے ہیں' ہمارے بزرگوں کے بارے میں انھیں سخت بدگمانیاں ہیں اور ناواقفی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان دیوبند والوں کو تصوف اور بزرگانِ دین سے کوئی تعلق نہیں' میرا مقصد یہ تھا کہ آج کے درس میں اس کا لحاظ فرما لیا جائے۔ ـــــ حسنِ اتفاق سے اس دن سورۂ یوسف کا وہ مقام زیرِ درس تھا' جہاں یہ ذکر آتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے (غلہ وغیرہ لانے کے لئے) جب اپنے صاحبزادوں کو مصر کے لئے رخصت

کیا اور چھوٹے صاحبزادے حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی بن یامین کو بھی انکے ساتھ جانے کی اجازت دیدی تو اس وقت یہ ہدایت بھی فرمائی کہ تم سب مصر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا (یَا بَنِیَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ اَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ) جس کا مقصد اکثر مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ دیکھنے والوں کی نظر نہ لگے تو آخر میں یہ بھی فرمایا تھا ـــــ وَمَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ عَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ـــــ مولانا کاندھلوی نے ان آیات پر تقریر کرتے ہوئے توکل کی حقیقت اور توکل اور اسباب کے تعلق پر بھی خوب روشنی ڈالی اور اس دن عارف رومی کے اشعار بھی اس سلسلے میں سنائے ـــــ اس کے علاوہ بھی کئی مضامین تصوف و معرفت ہی سے متعلق مولانا نے اس دن کے درس میں ایسے بیان فرمائے جو والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی حسب حال تھے، اس درس سے بھی والد صاحب بہت متاثر ہوئے ـــــ رات کی نماز میں انھوں نے جو منظر دیکھا تھا اور جو نورانی کیفیات اس مجمع میں انھوں نے محسوس کیں اور پھر صبح کے درس میں جو کچھ سنا اس سے ان کا ذہن ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارے میں بہت کچھ بدل گیا۔

درس سے فارغ ہو کر جب ہم لوگ اٹھے تو والد صاحب نے فرمایا

یں یہاں کے بزرگوں کے مزارات پر جانا چاہتا ہوں، ہم لوگ ان کو
ستان لے گئے، وہ پہلے حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر مراقب
کر بیٹھے اور دیر تک بیٹھے رہے، اس کے بعد حضرت نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ
مزار پر مراقب ہو کر بیٹھے اور بہت دیر تک بیٹھے اور انکے چہرے کے رنگ
ے ہم محسوس کرتے رہے کہ ان پر کوئی خاص اثر پڑ رہا ہے، وہاں سے واپسی
رمایا کہ "ان حضرات کا مقام بہت ہی بلند ہے"۔ اس کے بعد ہم لوگوں سے
یا کہ یہاں کے استادوں میں جو اللہ والے ہوں، مجھے انکے پاس لے چلو،
سب سے پہلے حضرت میاں صاحب یعنی حضرت مولانا سید اصغر حسین
حب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے، حضرت میاں صاحب کی
رت و ملاقات سے بھی والد صاحب بہت متاثر ہوئے، اس کے بعد
ضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن
حب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کی، ان حضرات کی زیارت سے بھی بہت
ثر ہوئے اور ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہر وقت ذکر میں مشغول اور
حب نسبت ہیں ـــــ الغرض ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کے بارے
ان کو جو بدگمانیاں ہمیشہ سے تھیں وہ غالباً اسی دن ختم ہو گئیں، اور
کے بعد تو ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بڑا فضل ہوا ـــــ لیکن اس وقت
مقصد اپنی طالب علمی کے کچھ واقعات سنانا ہے اپنے والد صاحب

کی سوانح عمری بیان کرنا مقصود نہیں ہے، مگر جب ان کا ذکر آگیا ہے
ان کی ایک بات اور سنا دینا مناسب سمجھتا ہوں، انشاء اللہ آپ بھائیو
کو اس سے بھی نفع ہو گا۔

غالبًا ۱۳۴۵ھ میں یعنی اب سے ۳۵ــ۳۶ سال پہلے میرے والد صاحب
کو حج نصیب ہوا، واپسی پر مجھ سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تیرے لئے کوئی چیز
نہیں لایا۔ میں نے ایک دعا تیرے واسطے کی ہے اور وہ یہ کہ تیرے پاس
کبھی دولت نہ ہو اور تجھے کبھی تنگی اور تکلیف نہ ہو، اور مجھے امید ہے کہ
انشاء اللہ یہ قبول ہو گی، اس بات کو ۳۵ــ۳۶ سال ہو گئے ہیں آپ
کے سامنے اس بات کا اظہار بہتر سمجھتا ہوں کہ اب تک اللہ تعالیٰ کا معاملہ
میرے ساتھ بالکل یہی ہے میرے پاس دولت کبھی نہیں ہوئی اور الحمد للہ
زندگی کی ان تکلیفوں سے مجھے کبھی واسطہ نہیں پڑا جو افلاس اور تنگی کی وجہ
سے اللہ کے بندوں کو ہوتی ہیں، مالک کے فضل و کرم سے میری زندگی بڑی
راحت اور عافیت کے ساتھ گزرتی ہے، مجھے یقین ہے کہ اگر بالفرض میں
ڈپٹی کلکٹر ہوتا اور میری تنخواہ ہزار یا اس سے بھی اوپر ہوتی تو زندگی کی وہ
راحتیں مجھے نصیب نہ ہوتیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے نصیب ہیں

میرے عزیز بھائیو! خدا گواہ ہے کہ میرے پاس کوئی ہنر اور کمال نہیں
ہے، بس وہی ہے جو اسی دارالعلوم سے اور یہاں کے اپنے اساتذہ سے

نصیب ہوا ہے۔

میں نے ابھی ذکر کیا تھا کہ جب میری عربی تعلیم شروع ہوئی تو میرے اندر اس کا کوئی داعیہ اور شوق نہیں تھا، اور بعد میں جب ارادہ کے ساتھ اور جی لگا کر پڑھنا شروع کیا، واقعہ یہ ہے کہ اس وقت بھی خدا طلبی اور آخرت کی کامیابی کا واضح تصور مجھے نصیب نہیں تھا،

لیکن الحمد للہ جب دار العلوم میں حاضری ہوئی تو یہ نعمت بھی کسی درجہ میں یہاں کی برکت سے نصیب ہو گئی تھی، مگر جیسا کہ میں نے بتایا تھا، میرے والد ماجد نے مجھے صرف اسی نیت سے دینی تعلیم کے راستہ پر لگایا تھا کہ ان کو قبر میں اور اس کے بعد کی آخرت کی منزلوں میں، اس سے فائدہ پہونچے، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل کو ضرور قبول فرمائے گا، یہ ان کی ایک قربانی تھی اور انھوں نے گویا مجھے اللہ کی نذر کیا تھا اور دین کے لئے وقف کیا تھا۔

میں یاد کرتا ہوں ایک دن وہ تھا جب والد صاحب نے کلکٹر کے کہنے کے باوجود مجھے انگریزی پڑھانے سے انکار کر دیا تھا اور مجھے اپنی نادانی سے بڑا رنج اور صدمہ ہوا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ میرا مستقبل تاریک ہو گیا، اور اب میرا حال یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہی دن میرے لئے سب سے زیادہ مبارک دن تھا جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ وہ اپنی آخرت بنانے کے لئے مجھے صرف دینی تعلیم
دلائیں گے۔ ۱؎ مجھے جب قرآن شریف کی تلاوت نصیب ہوتی ہے
اور جب حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں اور کچھ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ
کیا ارشاد فرمارہے ہیں اور رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث
میں کیا ہدایت فرمائی، تو میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ اس دنیا کی سب سے
بڑی نعمت ہے جو کسی بندہ کو حاصل ہوسکتی ہے، اور زمین و آسمان کی کوئی
چیز بھی اس کے برابر قیمتی نہیں، اور والد ماجدؒ کے اس فیصلہ کے صدقہ میں
یہ مجھے نصیب ہوئی ہے تو میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے والد ماجد نے سب
سے بڑا احسان مجھ پر یہی فرمایا، انھوں نے میرے لئے مکان بھی چھوڑا جو آج
بڑی قیمت کا ہے اور اس کے علاوہ خاصی جائداد بھی چھوڑی جس میں سے

۱؎ میں اللہ کے ایسے بہت سے بندوں سے واقف ہوں جنھوں نے صرف انگریزی تعلیم حاصل
کی اور ایک دن بھی ہمارے کسی دار العلوم میں طالب علم بن کے نہیں رہے لیکن ان پر کسی اور راہ
سے اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور ان کی دینی حالت خود میرے لئے باعث رشک ہے اور میں
ان کو اللہ کے مقبول بندوں میں سے سمجھتا ہوں، لیکن اپنے بارہ میں میرا اندازہ یہی ہے کہ
اگر مجھے انگریزی تعلیم دلائی جاتی تو شاید میرا تعلق دین سے اور اللہ رسول سے
برائے نام ہی ہوتا ۱۲۔

ت کچھ فروخت کر چکا ہوں اور اب بھی کچھ باقی ہے، لیکن اس سب سے
احسان ان کا مجھ پر یہی ہے کہ انھوں نے مجھے وہ دینی تعلیم دلائی جو درا صل
سول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قیمتی میراث ہے ـــــ اللہ تعالےٰ ان کے
ن عمل اور اس احسان کا صلہ قبر میں اور آخرت میں ان کو اپنی شان عالی
ے مطابق عطا فرمائے۔

میرے عزیز بھائیو! آپ میں سے بہت سے وہ ہوں گے جنکے والدین
نے میرے والد کی طرح اپنی اور ان کی آخرت بنانے کے لئے سوچ سمجھ کے
ینی تعلیم دلانے کا فیصلہ کیا ہوگا، لیکن خود ان کا ذہن اس بارے میں
ف نہ ہوگا جیسا کہ ایک عرصہ تک خود میرا حال تھا ـــــ اور کچھ آپ
ں وہ ہونگے جنھوں نے خاندانی رواج کے طور پر یا حالات کے تقاضے
سے یا دنیوی تعلیم حاصل نہ کرسکنے کی مجبوری سے دینی تعلیم کا یہ راستہ اختیار
رلیا ہوگا، لیکن میں آپ کا مخلص بھائی ہوں، آپ سے عرض کرتا ہوں کہ
پ اس علم دین کی قدر و قیمت کو اور اپنے مقام اور اپنی حقیقت کو
مجھئے ـــــ آپ جو چیز حاصل کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں وہ تمام انبیاء
علیہم السلام کا ترکہ اور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ
خلاص نصیب فرمائے اور نیت اور عمل صحیح ہو تو آپ سے اور ہم سے بڑا
دولتمند اور خوش نصیب کوئی نہیں، آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

مشن کے علمبردار اور حضور کے سپاہی اور لشکری ہیں ــــ اگر آپ اس حقیقت کو اور اپنے مقام کو سمجھ لیں تو پھر آپ کو کسی دنیوی اعزاز اور عہدہ کی طمع نہ ہوگی اور اہلِ دنیا اور دولتمندوں کی شاندار کوٹھیاں اور موٹریں دیکھ کے آپ کو کوٹھی اور موٹر نہ ہونے کی حسرت نہ ہوگی، پھر آپ کا احساس اور اذعان یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت بلکہ ایک ایک آیت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جس کا آپ کو علم ہے وہ ان کوٹھیوں اور موٹروں سے ہزاروں درجہ زیادہ قیمتی ہے ــــ ہمیں اپنے قصوروں، اور کوتاہیوں اور گناہوں کے لحاظ سے تو اپنے کو سب سے کمتر سمجھنا چاہیئے، لیکن علم نبوی اور ورثہ نبوی کی نسبت سے برتر اور بالاتر سمجھنا چاہیئے اور اس نعمت پر خدا کا بیحد شکر ادا کرنا چاہیئے۔

بخدا میں کچھ نہیں ہوں، نہایت گنہگار بندہ ہوں لیکن اللہ تعالٰے نے یہ چیز محض اپنے فضل سے کسی درجہ میں نصیب فرمادی ہے کہ جو تھوڑا سا علم اس دارالعلوم کے صدقہ میں اور اس کے فیض یافتہ اپنے استادوں کے صدقہ میں حاصل ہوگیا ہے اس کو اس دنیا کی سب سے بڑی دولت سمجھتا ہوں۔

میرے بھائیو! یہی ہمارے بزرگوں کا خاص ترکہ اور ورثہ ہے، اللہ تعالٰے آپ سب کو نصیب فرمائے ! ــــ اس کے لئے میں آپ کو

ان باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔

اولاً یہ کہ اپنے مقام اور مقصد کو سمجھئے اور اگر اب تک نیت اور مقصد کے بارے میں ذہن صاف نہیں تھا تو اب اپنے دل کے رخ کو صحیح کر لیجئے، تنہائیوں میں بیٹھ بیٹھ کے سوچا کیجئے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں، اور آپ کون ہیں اور جو علم آپ حاصل کر رہے ہیں وہ کتنی عظیم دولت اور نعمت ہے ـــــ یہ آپ کے لئے بہترین مراقبہ ہے۔

دوسری بات یہ کہ دل لگا کر اور پوری توجہ سے پڑھیئے، یہ علم دین کی قدر اور عظمت کا حق ہے اس کے بغیر کسی کو نہ کچھ آیا ہے نہ آئے گا، نہ ملا ہے نہ ملے گا۔

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ جو علم آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اپنی زندگی اور اپنا عمل بھی اس کے مطابق بنائیے، تقویٰ اختیار کیجئے، تقوے کے ساتھ علم نور ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا میراث نبوت ہے اور تقوے کے بغیر علم ظلمت ہے اور سراسر وبال ہے،

میرے عزیز بھائیو! اللہ تعالےٰ نے علم کی اور دین کی جو دولت ہمارے اکابر حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت تھانوی، حضرت کشمیری اور حضرت مولانا مدنی کو عطا فرمائی تھی وہ اس کے خزانہ میں اب بھی بھرپور موجود ہے، یہ دارالعلوم اس کا دروازہ ہے، اللہ تعالےٰ

نے آپ کو اس دروازہ تک پہونچا دیا ہے، اگر آپ اخلاص نیت، اور محنت
اور تقوے کی شرطوں کے ساتھ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو
میں اللہ تعالےٰ کی کریمی پر یقین کر کے قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کو
آپ کی استعداد اور استحقاق کے مطابق اللہ تعالےٰ یہ دولت ضرور
عطا فرمائے گا ـــــ اور قبر اور آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی آپ کو
اس کا ذائقہ حاصل ہو گا ـــــ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی گرانقدر تصانیف

نبی رحمت اردو ۳۰/- انگریزی ۲۵/-	ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں اردو ۵/-
نقوش اقبال اردو ۱۴/- انگریزی ۲۰/-	" " انگریزی ۱۰/-
سیرت سید احمد شہید اول ۲۰/- دوم ۲۰/-	تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ ۵۰/-
کاروان مدینہ ۱۲/-	
ارکان اربعہ اردو ۱۵/- انگریزی ۲۲/-	تذکرہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی ۴/-
پرانے چراغ ۱۶/-	ذکر خیر ۳/-
دریائے کابل سے یرموک تک ۱۴/-	قادیانیت مطالعہ اور جائزہ اردو ۶/-
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں ۶/-	" " انگریزی ۱۸/-
تاریخ دعوت و عزیمت مکمل اردو ۵۲/-	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر اردو ۱۲/- انگریزی ۱۸/-
" " انگریزی ۷۵/-	
جب ایمان کی بہار آئی ۱۲/-	تذکرہ احسان یا تصوف و سلوک ۱۰/-
دو ہفتے مغرب اقصیٰ میں ۶/-	حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب امیدوں اور اندیشوں کے درمیان ۶/-
نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں ۷/-	
عہد حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح ۵/- عربی ۸/-	اسلامیت و مغربیت کی کشمکش انگریزی ۲۲/-
معرکہ ایمان و مادیت اردو ۶/- انگریزی ۱۵/-	مشرق اوسط کی ڈائری ۱۵/-

ملنے کا پتہ :- الفرقان بکڈپو نظیرآباد۔ لکھنؤ